ڈاکٹر سید حسین نصر
ترجمہ:- پروفیسر وائی۔ایس۔طاہر علی

ابوریحان البیرونی[1]

محمد بن احمد بیرونی نہ صرف ایک ممتاز ایرانی سائنس دان تھے بلکہ وہ محقق تھے اور مؤرخ اور مصنف بھی۔ ۳۶۲ھ/۹۷۳ء میں وہ خوارزم میں پیدا ہوئے اور وہیں ان کی ابتدائی تعلیم مکمل ہوئی۔ مشرقی ممالک میں وہ ابوریحان کے نام سے یا صرف بیرونی کے لقب سے مشہور ہیں اور لاطینی مغربی ممالک میں البیرون کہلاتے ہیں۔

ان کی زندگی کا مختصر خاکہ اتنا زبان زد خاص و عام ہے کہ اسے دہرانے کی ضرورت ہی نہیں رہتی[2]۔ بس اتنا کہہ دینا کافی ہے کہ انھوں نے ایران کے طول و عرض میں

---

[1] یہ مضمون البیرونی کے ہزار سالہ جشن کے موقعہ پر لکھا گیا۔

[2] بیرونی کے حالاتِ زندگی، تصنیفات اور خیالات کے متعلق ملاحظہ کیجیے سید حسین نصر کی کتاب
ALBIRUNI COMMEMORATION AN INTRODUCTION TO ISLAMIC
COSMOLOGICAL DOCTRINES. CAMBRIDGE (U.S.A) 1964
PART 11
VOLUME. CALCUTTA. 1951.

سیاحت کی اور ۳۸۹ھ/۹۹۹ء سے لے کر ۴۰۳ھ/۱۰۱۳ء تک گرگان میں قابوس بن وشمگیر کے دربار میں جو ایک علم دوست اور قدر دان امیر تھا منسلک رہے۔ ۴۰۸ھ/۱۰۱۸ء میں ان کی ملاقات محمود غزنوی سے ہوئی۔ یہ بادشاہ انھیں اپنے ساتھ غزنہ لے آیا اور اپنے درباری امراء میں انھیں جگہ دی۔ وہ بادشاہ کے ساتھ ہندوستان کی یلغار میں گئے اور ۴۲۰ھ/۱۰۲۹ء میں واپس غزنہ لوٹے۔

۴۲۱ھ/۱۰۳۰ء میں محمود کا بیٹا مسعود تخت نشین ہوا اور انھیں اپنی سرپرستی میں رکھا۔ انھوں نے اپنی باقی ماندہ زندگی غزنہ ہی میں گزار دی اور بالآخر ۴۴۲ھ/۱۰۵۱ء میں اسی شہر میں داعیٔ اجل کو لبیک کہا۔ وہ آخری دم تک علمی تحقیق میں منہمک رہے۔

اگر ہم اس چوٹی کے عالم کی زندگی کے پس منظر پر اور اس کے تمام پہلوؤں پر ایک نظر دوڑائیں تو ہمیں ان کے ذاتی تشخص اور ثقافت کا اندازہ ہو جاتا ہے۔ بیشک سارا عالم اسلام ان پر فخر کر سکتا ہے کیونکہ انھوں نے بھی اسلامی ثقافت کی کوکھ سے جنم لیا ہے۔

لیکن اس بڑے عالم اسلام میں ایک اور چھوٹی سی دوسری دنیا بھی تھی جسے ہم "ایران" کہتے ہیں اور چونکہ بیرونی کا تعلق اس چھوٹی دنیا سے بھی تھا لہٰذا ان کو اس کا بڑا خیال رہتا تھا۔

یہ بات ہمیں ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ اسلام کے ابتدائی دور میں ہماری ثقافت دو حصوں میں بٹ چکی تھی۔ ایک عربی اور دوسری ایرانی۔ ان میں سے ہر ایک اپنی خاص خاص باتوں کی حامل تھی۔ اسلامی ثقافت کی ہمہ گیری کے باوجود چوتھی صدی ہجری (دسویں صدی عیسوی) اور پانچویں صدی ہجری (گیارھویں صدی عیسوی) کے بڑے بڑے سائنس دان مثلاً بوعلی سینا اور عمر خیام مثل بیرونی کے اسی ایرانی تہذیب کے پیداوار تھے۔ اس ثقافت کا مرکز خراسان میں تھا۔ اسی وجہ سے اس کا اثر عالم اسلام کے مغربی جانب تک پہنچا اور جنوب مشرق میں برصغیر ہند و پاکستان بھی اس کی لپیٹ میں آگیا۔

بیرونی اپنے دونوں تشخص سے کما حقہ واقف تھے۔ چنانچہ کتاب الصیدلیہ کے مقدمے میں انھوں نے عربی زبان کی بڑی حمایت کی ہے اور کہا ہے کہ اس میں علوم وفنون کے اظہار کی بڑی وسعت ہے۔ اسی کے ساتھ وہ اپنی ایرانی ثقافت کے بھی بڑے مداح ہیں اور اپنی کتاب الآثار الباقیہ[۱] میں لکھتے ہیں کہ عربوں کے حملوں سے ایرانی ثقافت کو ناقابلِ تلافی گزند پہنچا۔

موجودہ زمانے کے علماء نے بیرونی کی کتابوں کا بغائر مطالعہ کیا ہے اور ان کے خیال میں بیرونی نہایت پرخلوص معلوم ہوتے ہیں۔ حتیٰ کہ وہ کہتے ہیں کہ بیرونی ایک پرخلوص انسان اور تمام ثقافتوں کے بے لوث عالم ہیں۔

کیا یہ بات اتفاقیہ ہوسکتی ہے کہ ایک طرف تو وہ عربی زبان کے مداح ہوں؛ اور دوسری جانب وہ کتاب التفہیم جو ریاضیات پر ایک رسالہ ہے فارسی زبان میں لکھیں؟ نہیں۔ ہرگز نہیں۔ اس رسالے نے تو ایک نمونہ پیش کیا ہے تاکہ بعد میں آنے والے لوگ فارسی زبان میں بھی بہت کچھ سائنس کے متعلق لکھ سکیں۔

اس زمانے میں اسلامی علوم اور ثقافت کے دلدادہ بیرونی کی صداقت، خلوص اور رواداری کو دیکھ کر حیرت زدہ ہوجاتے ہیں۔ ان کے مشاہدات بھی عمیق ہیں اور مذاکرات وسیع۔ اور موشگافیوں میں وہ بے نظیر ہیں۔ ان تمام اوصاف کی بنا پر ہم

۱ؔ۵ ایڈورڈ۔ سی۔ سخاؤ نے بیرونی کو مغرب میں کچھ روشناس کیا۔ وہ رقمطراز ہے کہ "بیرونی اپنا اور غیروں کا بہت سخت نقاد ہے۔ خود بھی مخلص تھا، لہٰذا دوسروں سے بھی خلوص کی توقع رکھتا ہے۔ جب کبھی کوئی بات اس کی سمجھ میں نہیں آتی یا وہ اسے ادھوری سمجھتا ہے تو اپنی لاعلمی کا عذرخواہ رہتا ہے۔ اگرچہ اٹھاون سالہ ہوچکا ہے پھر بھی اسے امید ہے کہ وہ اپنی محنت کو جاری رکھے گا اور ان شاء اللہ کبھی نہ کبھی کسی نتیجہ پر پہنچ کر رہے گا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا بنی نوع انسان کے ساتھ وہ اخلاقاً ذمہ دار ہے۔"
دیکھو سخاؤ کی الھند للبیرونی کا مقدمہ۔ لندن۔ جلد پہلی ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۔

کہہ سکتے ہیں کہ وہ ایک اعلیٰ ذہنیت لے کر اس دنیا میں آئے تھے۔ جی سارٹن کا کہنا ہے کہ

"وہ مسلمانوں میں چوٹی کے سائنس داں ہیں اور دنیا کی ممتاز ترین ہستیوں میں صف اول کے آدمی۔ وہ ایران میں پیدا ہوئے اور ان کا مسلک محققانہ تھا۔" ۵۱

اے۔میلی نے اس رائے کی تصدیق ان الفاظ میں کی ہے :۔

"بیرونی عقل و دانش کے اعلیٰ نمونہ ہیں۔ ہمارے زمانے میں بھی وہ قابل احترام ہیں۔ اور ان کے بارے میں مزید لکھنے کی ضرورت نہیں۔" ۵۲

ایچ۔ جے۔ ونٹر کی نظر میں :۔

"بیرونی قلم کے دھنی ہیں اور رزمیہ شاعر فردوسی کے ہمعصر۔ مزید برآں وہ زبردست سائنس داں ہیں۔" ۵۳

یہ ہیں چند اقتباسات جو مشتے نمونہ از خروارے پیش کئے گئے۔ ان جیسے اقتباسات کا سلسلہ اگر ڈھونڈا جائے تو لامتناہی ثابت ہوگا۔ شاید ہی کوئی شخص ہو جو بیرونی کا مطالعہ کرے اور ان سے متأثر ہوئے بغیر رہے۔

باوجودیکہ کئی ملکوں میں بیرونی پر تحقیق کا کام ہوا ہے۔ پھر بھی بہت تشنۂ تکمیل ہے۔ وجہ صاف ظاہر ہے۔ ان کی تصانیف گوناگوں ہیں اور کئی علوم پر حاوی۔

---

۵۱ جی۔سارٹن AN INTRODUCTION TO THE HISTORY OF SCIENCE جلد اول بالٹیمور ۱۹۲۷ء صفحہ ۷۰۷۔

۵۲ اے۔میلی LA SCIENCE ARABE لیڈن ۱۹۶۶ء صفحہ ۹۹۔ یہ رائے اگرچہ تیس سال قبل کی ہے مگر آج بھی صحیح ہے۔

۵۳ ایچ۔ جے۔ ونٹر EASTERN SCIENCE لندن ۱۹۵۲ء صفحہ ۷۔

وہ بہ یک وقت نہ صرف ایک ریاضی داں اور ماہرِ علمِ نجوم ہیں بلکہ علم طبقات الارض اور ادویہ سازی میں بھی طاق ہیں۔ اسی کے ساتھ ان کی حیثیت بطور مؤرخ اور جغرافیہ داں بھی اعلیٰ قسم کی ہے۔ پھر یہ بھی طرۂ امتیاز ہے کہ وہ کئی زبانوں کو جانتے تھے اور کئی مذاہب سے واقف تھے۔

دُنیا میں شاید ہی کوئی ہو جس میں بیرونی والی ریاضی دان کی باریک بینی اور مؤرخ کی تفصیلی باتیں اور مجموعی نتائج پائے جائیں۔ ان سب اوصاف کے ماسوا ایک اور وصف بھی ہے اور وہ ان کا فلسفیانہ پہلو ہے جس پر اب تک بہت کم توجہ دی گئی ہے۔ ؎

بیرونی اپنے کارناموں میں وسیع المعلومات اور عمیق النظر معلوم ہوتے ہیں۔ ریاضیات میں وہ نظریۂ اعداد کے ماہر تھے۔ اور اس فن میں ان کے کئی رسالے ہیں۔ ان کی کتاب التفہیم ریاضیات پر ایک نصابی کتاب تھی جو کئی صدیوں تک لاطینی مغرب میں حساب، نجوم، اقلیدس اور موسیقا پر پڑھائی جاتی تھی۔ فلکیات میں انھوں نے متعدد چھوٹے چھوٹے رسالے لکھے ہیں جن میں سے ایک رسالہ اس مضمون پر ہے کہ آیا زمین سورج کے گرد گھومتی ہے یا سورج زمین کے گرد۔ فلکیات پر ان کی "قانونِ مسعودی" ایک بلند پایہ تصنیف ہے جس کا اب تک کما حقہٗ، کسی نے مطالعہ نہیں کیا ہے۔ اس میں انھوں نے فلکیات کے قدیم مکاتب خیال پر بحث کی ہے جن کا اب کہیں سراغ نہیں ملتا۔ درحقیقت کتاب کیا ہے، فلکیات پر ایک مجموعہ جو قدیم

؎ اس فلسفیانہ پہلو کی مثال کے لیے دیکھو نصر کی مذکورہ بالا کتاب۔ صفحہ ۱۶۷۔ جہاں بیرونی کے بو علی سینا کے ساتھ سوال وجواب ہیں۔

بیرونی کی کتاب الاستیعاب اور دوسرے رسالوں کو کھنگالنا چاہیے تاکہ اُن کے "فلسفیانہ" نظریوں کو بھی ہم اسی طرح سے جمع کریں جیسے کہ ہم نے ان کے فلکیاتی نظریوں کو جمع کیا ہے۔

ازمنہ میں رائج تھے۔ اس کتاب کا اپنے فن میں وہی پایہ ہے جو بو علی سینا کی کتاب القانون کا علم طب میں ہے۔ اس میں ہمیں بابلی اور یونانی سے ملے ایرانی اور ہندی عناصر کا سراغ مل جاتا ہے۔

مختلف اقوام نیز مذاہب عالم کی تاریخ اور جنتریوں پر ان کی الآثار الباقیہ بھی ایک لاجواب تصنیف ہے۔ اس کتاب میں قرونِ وسطیٰ اور زمانہ ماقبل کے علوم پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے۔ مستشرق سخاؤ نے اس کا ترجمہ انگریزی زبان میں کیا ہے۔ یہ نہ صرف قرونِ اولیٰ کے اقوام عالم کے فلکیاتی نظریات پیش کرتی ہے بلکہ مذاہب عالم کے بارے میں بھی معلومات سے بھری پڑی ہے۔ تاریخ نویس حضرات اس کتاب سے خوب استفادہ کر سکتے ہیں۔

روایتی علوم میں وہ علم طبقات الارض پر عبور رکھتے ہیں۔ دھاتوں، فلزات اور جڑی بوٹیوں سے وہ خوب واقف ہیں۔ الآثار الباقیہ اور تحدید نہایات الاماکن میں زیرِ زمین چیزوں کے بارے میں جو کچھ ضمنی طور پر لکھ گئے ہیں وہ حیرت انگیز ہے۔ یہ تمام باتیں گہری ہیں اور بالکل صحیح۔ برصغیر کے متعلق ان کی رائے آج بھی قائم ہے۔

معدنیات میں کتاب الجماہر فی معرفۃ الجواہر سب سے عمدہ تصنیف ہے اس کتاب میں ایک فصل دھاتوں کے خصوصی ثقل پر لے آئے ہیں جو اس بات کی غماز ہے کہ علم الطبعیات بھی ان کی دسترس سے باہر نہیں ہے۔

اسی طرح ادویہ سازی میں بھی انھوں نے اپنی بے مثال تصنیف چھوڑی ہے۔ بد قسمتی سے یہ کتاب اب تک شائع نہیں ہو سکی۔ یہ اوّلاً عربی زبان میں لکھی اور پھر اس کا ترجمہ فارسی زبان میں کیا گیا۔ یہ کتاب الصیدلۃ ہے۔ علاوہ علمی پایہ کے اس کی خوبی یہ ہے کہ مصنف نے اس میں مختلف پودوں اور دواؤں کے نام ان زبانوں میں دیئے ہیں جو قرونِ وسطیٰ یا اس سے ماقبل بولی جاتی تھیں۔ چنانچہ ان زبانوں کے ماہرین کے لیے یہ کتاب ایک نعمتِ غیر مترقبہ ثابت ہوتی ہے۔

جغرافیہ میں بالخصوص ریاضیاتی باتوں میں ان کا کام بہت اہمیت والا ہے۔ تحدید نہایات الاماکن اس سلسلے میں مسلمانوں کا بہترین کام ہے۔ انھوں نے نصف قطر ناپنے کا نیا طریقہ ایجاد کیا اور کئی مقامات کے طول و عرض نکالے۔ بعض ماہرین کا تو یہ کہنا ہے کہ بیرونی سب سے پہلے شخص ہیں جنھوں نے زمین کی گولائی یا اس کا بعض حصہ ناپنے کی کوشش کی۔ اور علم پیمائش ارض GEODESY کی بنا ڈالی۔

بحیثیت ایک عالم اور ادیب کے وہ نہایت مستند ثابت ہوتے ہیں۔ بہت کم دیکھنے میں آیا ہے کہ کوئی مصنف اپنا وقت کسی غیر کی تصنیفات کی فہرست بنانے میں صرف کرے۔ مگر اس میں بھی بیرونی ایک مستثنیٰ مقام رکھتے ہیں۔ سالہا سال کی کاوش کے بعد انھوں نے محمد بن زکریا الرازی کی تمام کتابوں کی فہرست مرتب کی۔ یہ کام بھی ایک اعجوبہ سے کم نہیں اور اس بات کی دلیل ہے کہ مُرتّب بڑے سے بڑا حوصلہ شکن اور صبر آزما کام کرسکتا ہے۔

تاریخ میں ان کی کتابیں بیش بہا ہیں۔ بالفرض اگر وہ سائنس کے موضوعات پر کوئی تصنیف نہ کرتے یا ان کی وہ کتابیں زمانہ کے دستبرد سے نہ بچی ہوتیں تب بھی وہ تاریخ میں صف اول کے مؤرخ تسلیم کیے جاتے۔

اِس فن میں تو ایک شعبہ کے وہ باوا آدم ہیں، جو ادیان اور تقابلِ ادیان کا ہے۔

ان کی کتاب الہند زمانۂ حال تک ایک واحد کتاب ہے جس میں ایک خاص ثقافت والا اغیار کی ثقافتوں کا مطالعہ کرتا ہے۔ اس کتاب کے موضوعات مختلف النوع ہیں۔ مثلاً بھگوت گیتا کی باتیں اور ہندوستان کی جڑی بوٹیاں۔ ہندوؤں کے لیے بھی یہی ایک کتاب ہے جو اُن کے قرونِ وسطیٰ کے متعلق معلومات فراہم کرسکتی ہے۔

اِس کتاب کی اہمیت دوچند ہو جاتی ہے کیونکہ مصنف نے خود اس ملک کی سیاحت

کی اور سنسکرت زبان سیکھی۔

برِّصغیر کی باتوں میں وہ دلچسپی لیتے ہیں جو تحدید نہایات الاماکن اور کتاب الہند سے عیاں ہے۔ اور اس سے بھی صاف ظاہر ہے کہ انھوں نے "پاتن جلی" کی جوگ سُترا کا عربی میں ترجمہ کیا ہے۔

القصہ یہ سب سے بڑے ایرانی فاضل ہیں جو تاریخ ہند و پاک میں ایک غیر مُلکی عالم تصوّر کیے جا سکتے ہیں۔

(مسلسل)

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب نور اللہ مرقدہ فرماتے ہیں کہ نہ معلوم محدثین کے نزدیک اعمال ایمان کے کس طرح اجزاء ہیں؟ پھر خود ہی جواباً ارشاد فرماتے ہیں کہ محدثین کے نزدیک اعمال کو اجزاء شمار کرنے کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ہاتھ، پیر اور انگلیاں، ناک کان وغیرہ۔ یہ سب انسان کے اجزاء ہیں کہ انسان ان سارے اجزاء کے باقی ہوتے ہوئے بھی انسان ہی کہلائے گا۔ اور اگر ہاتھ پیر یا ناک کان وغیرہ کاٹ لیے جائیں جب بھی وہ انسان ہی ہوگا۔ فرق صرف یہ ہے کہ پہلی صورت میں وہ کامل انسان ہوگا اور دوسری صورت میں ناقص انسان۔ بالکل اسی طرح ایمان اعمال کے ساتھ کامل ہے اور ان کے بغیر ناقص ہے۔ یہی احناف کا بھی مسلک ہے کہ اعمال ایمان کے لیے مکمل ہیں۔ اسی وجہ سے جن مقامات میں ایمان کی زیادتی و کمی وغیرہ کی احادیث مروی ہیں وہاں احناف یہ کہتے ہیں کہ یہ کمال ایمان پر محمول ہے۔ ورنہ اگر اعمال کو ایمان کا حقیقی جزو مان لیا جائے تو پھر اعمال نہ ہونے کی صورت میں ایمان ہی نہیں رہتا۔ اس لیے کہ انتفائے جُزء انتفائے کُل کو مستلزم ہوتا ہے۔ حضرت امام بخاری چونکہ محدثین میں سے ہیں اس لیے انھوں نے ایمان کے دو اجزا اور زیادۃ ونقصان کے قبول کرنے پر باب منعقد فرمائے ہیں اور قرآنی آیات اور دُوسرے دلائل کے ذریعہ مرجئہ اور خوارج پر رد کیا ہے اور جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ احناف کا رد کرنا امام کا مقصد ہے یہ غلط ہے۔